 

12-11-2016

شگون

مفتی منیب الرحمٰن

لغت میں اِس کے معنیٰ ہیں: اچھی یا بری فال نکالنا۔ ہندو معاشرت کے اثرات کے تحت ہمارے ہاں نیک وبد شگون کی بہت سی روایات چلی آرہی ہیں۔ صَفرالمُظفر قمری سال کا دوسرا مہینہ ہے، ظہورِ اسلام سے پہلے اہلِ عرب میں بھی اِس مہینے کے بارے میں بہت سی روایات موجود تھیں، بعض لوگ اِس کی طرف بیماری یا مالی نقصان یا مصیبتوں کے نزول کی بدشگونی منسوب کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اِن تمام باتوں کی نفی فرمائی، اِس حوالے سے کُتبِ احادیث میں متعدد روایات ہیں، ہم اُن تمام روایات کو یکجا کر کے درج کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں، کوئی مرض اپنی ذات سے مُتعدی نہیں ہوتا، اُلو کی نحوست کی کوئی حقیقت نہیں، ماہِ صفر کی نحوست کی کوئی حقیقت نہیں، ستاروں (کی چالوں) کا انسانوں کی تقدیر میں کوئی دخل نہیں اور بھوت پریت کی تاثیر کی کوئی حقیقت نہیں ہے''۔

قرآن مجید میں بدشگونی کے معنیٰ میں ''نَحس'' اور ''طِیَرَہ'' کے کلمات آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (۱) ترجمہ: ''بے شک ہم نے اُن پر تند وتیز مسلسل چلنے والی آندھی منحوس دن میں بھیجی، جو اُن کو اٹھا کر اس طرح مارتی تھی جیسے وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں، (القمر:19-20)''۔ (۲): ''سو ہم نے (اُن کے) منحوس دنوں میں اُن پر خوف ناک آواز والی آندھی بھیجی تاکہ ہم اُنہیں دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزا چکھائیں اور آخرت کا عذاب سب سے زیادہ رُسواکُن ہے، (حٰمٓ السجدہ:16)''۔ (۳): ''اور رہے عاد، تو اُن کو گرجتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا، (اللہ نے) اِس آندھی کو اُن پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مُسلّط رکھا، پس تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین پر کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئے، (الحاقّہ:6-7)''۔ (۴): ''پس جب اُن پر خوشحالی آتی تو وہ کہتے یہ ہماری وجہ سے ہے۔ اور اگر اُن پر کوئی بدحالی آتی، تو وہ موسیٰ اور اُن کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے، سنو! اِن کافروں کی نحوست اللہ کے نزدیک ثابت ہے، لیکن اِن میں سے اکثر نہیں جانتے، (اعراف:131)''۔ (۵): ''کافروں نے (مُرسَلین سے) کہا: ہم تم سے برا شگون لیتے ہیں اور اگر تم باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تم کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا، اُنہوں نے کہا: تمہاری بدشگونی تمہارے ساتھ ہے، کیا تم نصیحت کو برا سمجھتے ہو بلکہ تم حد سے گزرنے والے ہو، (یٰس:18-19)''۔

 

ابتدائی تین آیات میں ''نحس'' کا کلمہ آیا ہے۔ اِن آیات میں قوم عاد پر عذاب کے دنوں کو منحوس قرار دیا گیا اور حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ قوم عاد پر عذاب بدھ کے دن آیا تھا اور وہ اِس دن کو منحوس کہتے تھے، اس کی تفسیر میں علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں: ''میں کہتا ہوں کہ تمام ایام برابر ہیں اور بدھ کا دن نحوست کے لئے خاص نہیں ہے (یعنی اُن پر عذاب اُن کی سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے آیا نہ کہ بدھ کے دن کی وجہ سے)۔ اور ہر گزرنے والی ساعت کسی شخص کے لئے اچھی اور مبارک ہوتی ہے اور وہی ساعت دوسرے شخص کے لئے بری اور منحوس ہوتی ہے اور ہر دن کسی شخص کے لئے خیر اور دوسرے شخص کے لئے شر ہوتا ہے (یعنی ایک ہی دن کہیں جنازہ اٹھتا ہے اور کہیں شادیانے بج رہے ہوتے ہیں) یعنی نحوست یا ناسازگار ہونے کا تعلق زمانے سے نہیں ہوتا، بلکہ افراد کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور اگر کسی شخص پر عذاب یا کوئی مصیبت نازل ہونے کی وجہ سے بدھ کا دن منحوس ہے تو ہر دن بلکہ ہر ساعت میں کسی نہ کسی شخص پر کوئی نہ کوئی مصیبت اور بلا نازل ہوتی ہے، تو اِس طرح تو تمام ساعتیں منحوس قرار پائیں گی، (روح المعانی، جلد 27، ص:86)''۔

آخری دو آیات میں کُفار نے بالترتیب دعوتِ حق دینے والوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کی طرف نحوست کی نسبت کی، تو اُنہیں جواب دیا گیا کہ تمہاری نحوست، تمہاری بداعمالیوں کے سبب اللہ تعالیٰ کے یہاں مقدر ہے۔

حدیث پاک میں فرمایا: ''لَا طِیَرَۃَ'' یعنی کسی خاص مقام، دن یا وقت کے حوالے سے شریعت میں نحوست یا بدشگونی کا کوئی تصور نہیں ہے، بلکہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی چیز سے بدشگونی لے کر اپنے مقصد سے لوٹ آیا، اُس نے شرک کیا''۔ یہ اُس صورت میں ہے کہ اُس کا یہ عقیدہ ہو کہ اِس چیز یا واقعے کے ظاہر ہونے سے یقیناً ناکامی ہوگی اور اِس کی بنا پر اُس نے اپنا پروگرام ملتوی کر دیا، تو گویا اُس نے اعتقادی طور پر شرک کا ارتکاب کیا کہ غیر اللہ کو مؤثر بالذات مانا، جیسے ہمارے ہاں بلی کے راستہ کاٹنے کو بھی نحس سمجھا جاتا ہے۔

اِس کے برعکس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام میں بدشگونی تو نہیں ہے، (البتہ) نیک فال لینا بہتر ہے۔ صحابہ نے پوچھا: ''نیک فال کیا ہے؟، آپ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ اچھی بات جو تم میں سے کوئی سنے، (صحیح بخاری 5754)''۔

چنانچہ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر سہیل بن عمرو قریشِ مکہ کے نمائندے کے طور پر مذاکرات کے لئے آیا تو آپ ﷺ نے اُس کے نام سے نیک فال لیتے ہوئے فرمایا: ''تمہارا کام آسان ہو گیا ہے''، سہیل کا مادّہ ''سہل'' ہے، جس کے معنی ہیں: آسانی۔ اِسی طرح رسول اللہ ﷺ کے سفرِ ہجرت کے موقع پر کفار مکہ نے آپ کو گرفتار کرنے والے کے لئے سو اونٹ کا انعام مقرر کیا، بُریدہ انعام کی لالچ میں قریش کے 70 شہسواروں کے ساتھ روانہ ہوا اور راستے میں آپ تک جا پہنچا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تم کون ہو؟، اُس نے کہا: بُریدہ، آپ نے اپنے رفیق سفر حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ہمارے معاملے میں ٹھنڈک مقدر ہو گئی، پھر آپ نے اُس سے پوچھا: تمہارا خاندان کیا ہے؟، اُس نے کہا: ''اسلم''، اِس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیں سلامتی مل گئی'' (کیونکہ

 

اسلم کا مادّہ "سَلم"، بمعنی سلامتی ہے)، پھر آپ نے پوچھا: تمہارا قبیلہ کیا ہے؟، اُس نے جواب دیا: بنو سَہم، آپ نے فرمایا: تمہارا تیر نکل گیا (سہم کے معنیٰ ہیں: تیر)، چنانچہ بُریدہ اور اُن کے سب ساتھی اسلام لے آئے، (سُبل الھدی والرشاد ،جلد9،ص356)"۔

رسول اللہ ﷺ اچھے ناموں کو پسند فرماتے تھے اور بعض مواقع پر ناموں کو تبدیل فرمایا۔ آپ نے "بَرّہ" نام کو تبدیل کر کے زینب اور جویریہ رکھا، اَصرم کو بدل کر زُرعہ رکھا۔ اِسی طرح آپ ﷺ نے "عاص، عزیز، عتلہ، غُراب، حُباب اور شہاب" ناموں کو بھی بدلا۔ سعید بن مُسیّب نے بتایا کہ اُن کے دادا کا نام "حَزن" تھا، وہ حضور کے پاس آئے، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا نام سَہل ہے، اُنہوں نے کہا: میں اپنے باپ کے رکھے ہوئے نام کو نہیں بدلوں گا، چنانچہ اِسی کا اثر ہے ہمارے خاندان کے مزاج میں سختی چلی آرہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ "صفر کی کوئی حقیقت نہیں ہے"، اِس کے معنی یہ ہیں کہ ماہ صفر کو جو لوگ منحوس تصور کرتے ہیں اور اِس ماہ کی تیرہ تاریخ کو بعض لوگ تیرہ تیزی کہتے ہیں اور اِس مہینے میں شادی نہیں کرتے، شریعت کی رُو سے یہ سب باتیں بالکل بے اصل اور باطل ہیں۔ امام احمد رضا قادری سے سوال ہوا کہ صفر کے آخری بدھ کے متعلق لوگوں میں مشہور ہے کہ اُس دن رسول اللہ ﷺ نے صحت پائی تھی، لہٰذا وہ اِس خوشی میں شیرینی تقسیم کرتے ہیں، بعض لوگ اِس دن کو نَحس جان کر برتن توڑتے ہیں۔ اُنہوں نے جواب دیا: آخری بدھ کی شریعت میں کوئی اصل نہیں اور اس دن برتن توڑنا مال ضائع کرنا ہے اور گناہ کا سبب ہے۔ اُس دن آپ کی صحت یابی کا بھی کوئی ثبوت نہیں، بلکہ جس مرض میں آپ کا وصال ہوا، اُس کا آغاز صفر 11ھ کے آخری بدھ کے دن ہوا تھا اور ایک روایت کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام کی ابتلا بھی بدھ ہی کے دن شروع ہوئی تھی"۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ "ستارے کی کوئی اصل نہیں"، اِس کے معنی یہ ہیں کہ بعض نجومیوں کے یہ نظریات کہ ستاروں کی چالیں انسانوں کی تقدیر پر اثر انداز ہوتی ہیں یا یہ کہ فلاں کا ستارہ یہ ہے اور برج یہ ہے اور اُس کا دن یا سال اِس طرح گزرے گا، یہ سب باتیں شریعت کی نظر میں باطل ہیں، علامہ اقبال نے کہا ہے:ے

ستارہ کیا مِری تقدیر کی خبر دے گا؟ وہ خود فراخیِ افلاک میں ہے، خوار و زبوں

یعنی جو ستارہ اپنی مرضی سے حرکت نہیں کرسکتا، وہ خود قادرِ مُطلق کے حکم کا پابند ہے اور کسی کی کیا مجال، کہ اُس کے حکم سے سرتابی کرے یا بال برابر اِنحراف کرے، اِسی لئے اُنہوں نے کہا تھا:

ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے؟ خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے؟
عَبَث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے؟

(روزنامہ دنیا، 12 نومبر 2016ء)